انجینئر ابو انیس فاروقی

نبوت و رسالت ـــــ مقام نبوت کی الٰہی تعبیر

تحقیقی جائزہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ (2/212)

(ایک دور تھا) انسانیت امت واحدہ تھی (جب وحدت کی مالا ٹوٹ کو بکھری تو) پھر اللہ نے نبیوں کو بطور مبشر و منذر بنا کر بھیجا اور ان (میں سے ہر ایک) پر الکتاب نازل کی تا کہ ان (لوگوں) کے درمیان (پیدا ہونے والے) اختلافات کے بارے میں وہ فیصل و حکم کا کردار ادا کرے۔

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ (5/ 48)

اور ہم نے آپ کی طرف الکتاب (قرآن) نازل کی جو حقائق سے بھرپور ہے اور سابقہ کتب میں موجود حقیقتوں (مواعید و دعادی) کی مصدق ہے اور نگران و نگہبان بھی۔

قرآن مجید کی مذکورہ دو آیات میں نبوت و رسالت کا مقصد حقیقی نہایت بلیغ انداز میں بیان کر دیا گیا ہے ان الفاظ و جمل میں نبوت کے مفہوم پر روشنی پڑتی ہے۔ مثلاً نبوت و کتاب کو لازم و ملزوم قرار دے کر صاحب نبوت اور کتاب کے عمل کو ایک دوسرے کا مترادف بتایا ہے۔

نبوت کی ضرورت کب اور کیوں پیش آئی؟۔ ایک دور تھا جب انسان ہمہ قسم کے نفاق و انتشار سے قطعاً نا آشنا، اتفاق و اتحاد ایسی جنگ باغوش زندگی بسر کر رہے تھے۔ قرآنی لفظ الناس اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ شعور سے وابستہ زندگی کی اکائیوں کا اجتماع اسی سے معنون تھا اور رہے گا۔ جب تک یہ اکائیاں مالا کے موتیوں کی طرح مربوط و متحد رہیں تو کسی مصلح، مبشر اور منذر کی ضرورت پیش نہ آئی لیکن جوں ہی یہ موتی بکھرے انہیں پھر سے پرونے کے لے انبیاء و مرسلین کا سلسلہ شروع ہوا خلاق العلمین کو انسانوں کی جماعت میں کسی لحاظ سے فرقہ بندی و گروہ سازی ناگوار تھی۔ افراد معاشرہ کو وحدت و مودت ایسے مضبوط رشتوں میں مستحکم و منظم رکھنا مہبط وحی کا اولین فریضہ قرار پایا جس کے لئے ضابطہ و دستور بھی خود ہی عطا فرمایا۔

انسانوں کا پہلا گروہ اگرچہ شعوری طور پر طفلانہ دور سے گزر رہا تھا مگر صورت حال کے پیش نظر اس کی اصلاح کے لئے جس شخص کا بطور رہبر انتخاب ہوا اسے بھی نبی ہی کہا گیا جو یقیناً اپنی امت کے انفرادی و اجتماعی شعور کے علی الرغم شعور کے جمہ جہت اوصاف سے بدرجہ اتم متصف تھا نابغہ (Genius) ہونا حامل

نبوت کی خصوصیات میں شامل ہوتا ہی ہے مگر وہ سیرت و کردار کے افقِ اعلیٰ پر براجمان ہوتا ہے۔ ربِ کائنات کے عطا فرمودہ احکام و فرامین کو زمانے کے حالات کے مطابق نافذ کرنا اس کے ذھین و فطین ہونے کی ایک دلیل ہے۔ اللّٰه اعلم حيث يجعل رسالتہ......(6/125) اللہ حامل منصب رسالت و نبوت کی حیثیت سے خوب واقف ہے۔

مذکورہ سطور میں نبوت کے دائرہ کار یا حامل نبوت کی حیثیت کو بالاختصار بیان کیا جائے تو تین نمایاں پہلو سامنے آتے ہیں

* تعلیم و تزکیہ بالکتاب * تدریس وحدت * تنظیم معاشرت و تشکیل ریاست

مگر بد قسمتی سے نبوت کے اس الوہیاتی منصب کی خلاف حقیقت جو تشریحات و توضیحات ہوئی ہیں ان سے کذابوں اور دجالوں نے اپنے لئے نبوت و رسالت کی راہیں ہموار کرنا شروع کر دیں نہ صرف یہ بلکہ دعویٰ نبوت تک کر ڈالا۔۔۔ نبوت جو ملّی وحدت کی امین ہے ایسے بد باطنوں کے ہاتھوں تشتت کا سبب بن گئی قرآن نے اسے انعام۔۔۔۔ رحمت۔۔۔ موہبت۔۔۔۔ کہا تھا یار لوگوں نے ریاضتوں اور مشقتوں کے ذریعے اپنے تئیں اس کا مستحق ہونے کا اعلان کر دیا۔۔۔۔ "اختصاص رحمت" (نبوت) سعی و محنت کی رہین منت نہیں ہوتی۔ والله يختص برحمته من يشاء (2/105)

کے مطابق یہ منصب خالص وہبی و عطائی ہے اور نہ کسی کی سفارش و تائید کا محتاج۔۔۔ کیونکہ لا ينال عهدى الظلمين (2/124) (میرا وعدہ ظالموں کے لئے نہیں) اس کا معیار ہے۔

اس عظیم اصطلاح کو جس قسم کا لغوی و معنوی مفہوم دیا گیا اس کی منزہ و مصفّٰی اور پاکیزہ حیثیت و اہمیت قباء عجم میں چھپ گئی افراط تفریط کی انتہائی اطراف پر رکھ کر اس کے اعتدال و توازن کو پامال کر دیا گیا فلسفیانہ موشگافیوں سے اسے حقیقت مطلقہ (Absolute Reality) ایسے افلاطونی افکار میں سمو دیا گیا یا پھر سطح بین علماء کی "کہانت" پر مبنی مخترعہ داستانوں میں گم کر دیا گیا۔۔۔۔۔ اول الذکر کے ذریعے مھبط نبوت کو فاطر و خالق کائنات کے ہمدوش کھڑا کر دیا گیا اور آخر الذکر کے حوالے سے صاحب رسالت کو "کاھن و ساحر" کا پست درجہ دے دیا گیا (العیاذ باللہ)۔۔۔۔۔ اس قسم کی مزعومہ کثافت اور آلودگی سے خلعت نبوت داغدار کرنے کی کوششیں ہوئی ہیں۔۔۔۔۔۔۔ ہمارے ارباب علم نے محض "خبریں دینے، پیشگوئیاں کرنے اور نشانات دکھانے والے" کو نبی کا معنی و مفہوم عطا کر دیا اور یوں بزعم خویش "جادوئی یا شعبداتی عمل" اساس نبوت قرار پایا۔۔۔۔ اپنی جگہ یہ بات درست کہ عربی لغات اور اس کے قواعد پر مفتوح مجوسیوں، نصرانیوں اور یہودیوں نے اپنے افکار کی ملمع کاری کی تاہم رطب و یابس کی اس پٹاری میں گم حقائق بھی ڈھونڈے سے مل جاتے ہیں خصوصاً جب قرآن ایسے حقیقی، بنیادی اور سب سے بڑھ کر الوہیاتی معیار پر انہیں پرکھا جائے تو کامل رہنمائی کا سامان ہو جاتا ہے بس شرط یہ ہے کہ نیتیں درست اور سوچیں راست ہوں

اور قرآن کو بطور مصدر و منبع اور ہادی و رہنما مان لیا جائے ان هذاالقرآن یهدی للتی هی اقوام (17/9)

یقیناً یہ قرآن ہی تو ہے جو انتہائی راست (راہوں کی) رہنمائی کرتا ہے

اغراضِ رسالت اور مقاصد نبوت پر برائے راست گفتگو کرنے سے پیشتر ضروری ہے کہ "نبی" اور اس کے مصدر یا مشتقات پر نقد و نظر کر لی جائے جب یہ بنیادی نکتہ نکھر کر سامنے آجائے گا تو پھر آمدہ مباحث سمجھنے میں بڑی مدد ملے گی۔

لغات کی تقریباً تمام کتب میں "نبی" --- "نبوت" کا مادہ ن ب أ (همزہ بشکل الف) بتایا گیا ہے یہ ذہن میں رہے کہ زبان عرب میں ءَ (ہمزہ) کی اپنی کوئی شکل نہیں پھر اس کے قبل وما بعد حروف کی حرکی (اعرابی) حالت کے پیش نظر تخفیف، ابدال یا تعلیل کے قواعد کو پیش نظر رکھنا لازم ہوجاتا ہے۔ آئندہ جہاں ضرورت پیش آئی تو ان قواعد سے استفادہ کیا جائے گا۔

ن ب أ یا ن ب وَ بطور مادہ (Root)

طالب علمی کے زمانے میں اساتذہ کرام کے ساتھ گفتگو کے دوران جب یہ اشکال ان کے سامنے رکھا گیا کہ ن ب أ کے مادے سے "نبیت" بطور مصدر تو قابل فہم ہے مگر "نبوت" کا قرینہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تاوقتیکہ ن ب وَ (ہمزہ بشکل واوٗ) کے حروف بطور مادہ تسلیم نہ کئے جائیں لغات کی کتب میں اگرچہ ن ب اَ کے مادہ ہی سے تمام مشتقات ملتے ہیں مگر کہیں ن ب وَ کے حروف بطور مادہ (Root) استعمال نہیں کئے گئے اگر ایسا ہوتا تو کہا جاسکتا تھا کہ اس سے فعیل کے وزن پر "نبیوٗ" بنتا ہے جو تعلیلات کے بعد "نبی" بنا یہ بات تو ضمناً آگئی اگر مادہ ن ب اَہی پر اکتفا کیا جائے تو بھی اہل زبان نے اس کے اکثر مشتقات کے مرکزی مفہوم میں "بلندی" رفعت---ارتفاع-----ابھرا ہوا---نکھرا ہوا---وغیرہ کو اہمیت دی ہے۔ اگرچہ اس مادہ سے ماضی مطلق کے بننے والے پہلے صیغے نبا کا ترجمہ "خبر دینا" کے کئے گئے ہیں مگر دور حاضرہ کے معروف لغت نویس ڈاکٹر روحی بعلبکی نے عربی انگریزی المورد میں "ب" کے صلہ کے ساتھ "خبر دینا" کا ترجمہ لکھا ہے ملاحظہ کیجئے

نبأ (ب) (یعنی ب بطور صلہ): اخبر، نقل الیٰ، اعلن

To inform of or about, tell about, let know about, to announce

(المورد مطبوعہ دار العلم للملدین بیروت چوتھا ایڈیشن ۱۹۹۲ء صفحہ ۴۷ا اور ۱۱۵۵-۱۱۵۶)

جب کہ اسی لغات میں نبأ (بغیر بطور صلہ) کا معنی ارتفع، برز

to become high, elevated, to motrude, be or become prominent (page: 1155)

یعنی بلند ہونا۔ اونچا ہونا۔ ابھرا ہونا۔ نمایاں یا ممتاز ہونا۔ وغیرہ

"مخبر" صادق بھی ہو سکتا ہے کاذب بھی

نبا کا معنی اگر خبر دینا بھی ہو تو خبر دینے والا ہر شخص ضروری نہیں سچا ہو، جھوٹا بھی ہو سکتا ہے مگر یہ بات طے شدہ ہے کہ "خبر فراہم کرنے والا ہر فرد نبی نہیں ہو سکتا۔ سورہ الحجرات کی مشہور آیہ کریمہ (جسے فن حدیث ورجال میں اصول درایت کے طور پر اساس کی حیثیت حاصل ہے) پر توجہ فرمائیں: ان جاءکم فاسق بنبا ء فتبینوا..(49/4) اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کسی قسم کی خبر لائے تو تحقیق و تفتیش کر لیا کرو۔ گویان ب أ سے بننے والا کوئی فعل یا اسم اپنے اندر کسی قسم کا امتیازی وصف نہیں رکھتا کہ اس کا فاعل یا مسمی (بطور خبر دینے والا) صادق ہو یا کاذب---ہاں البتہ قرآن میں اسی مادہ سے دیگر ابواب کے مشتقات (Derivatives) استعمال ہوئے ہیں۔ لغوی اعتبار سے جن کی نسبت انبیاء ورسل سے ہوتی ہے۔نبیٔ عبادی انی انا الغفور الرحیم(15/49) میرے بندوں کو بتادیجئے کہ میں مغفرت اور رحمت کرنے والا ہوں وغیرہ مشہور مستشرق لغت نویس لویس معلوف نے اپنی کتاب المنجد (جس کا اردو ترجمہ، نظر ثانی اور تحقیق و تصحیح کرنے میں ہندو پاک کے دس معروف عربی سکالرز کی مساعی شامل ہیں علاوہ بریں محترم ومکرم مفتی محمد شفیع علیہ الرحمہ کا مقدمہ اس پر مستزاد ہے) میں بھی نبأ کا ترجمہ بلندی اور ارتفاع لکھا ہے مشتقات میں نبأَ (باب تفعیل) یا انبأَ (باب افعال) کا ترجمہ "خبر دینا" کئے گئے ہیں۔

اسرائیلیات اور نبوت

نبی کا لفظ بائبل میں بھی استعمال ہوا ہے انسائیکلو پیڈیا آف برٹیا نیکا کا مقالہ نگار اس لفظ کے بارے میں محتاط انداز میں اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے:

عبرانی زبان میں مستعمل اسم نبی ("پرافٹ" جمع نبییئم) غالباً مادہ (مصدر واشتقاق) کے اعتبار سے اکادی زبان کے فعل "نبو" ("بلانا"، "نام سے پکارنا") سے ماخوذ ہے اگر اس قسم کا اشتقاق درست ہے تو یہ تجویز کیا جاسکتا ہے کہ نبی کا مفہوم "خدا کی طرف سے بلایا گیا"، "پکارا گیا" یا "خدا کا نمائندہ و ترجمان" ہو---مزید اطمینان کے لئے اہل فکر و نظر کی خدمت میں ہو بہو انگریزی الفاظ نقل کئے دیتا ہوں:

"The Hebrew noun nabi (Prophet" plnebi'im) is probably releted etymologically to Akkadiax verb nabu(to call, "to name) If the derivation is correct, it would suggest either that the Prophet was under stood as the one called out" (by the deity, speak in his name) or that he was undar stood to be ' the caller (i.e. the spokesman for the deity)." (page 635)

اسرائیلیات (عہد نامہ قدیم) میں جو نبی کا مفہوم بتایا گیا ہے اسی کو قرآنی اصلطلاح کا مترادف ٹھہرایا گیا بطور مثال چند حوالے ناظرین کی خدمت میں پیش ہیں:

"اگلے زمانے میں اسرائیلیوں میں جب کوئی شخص خدا سے مشورہ کرنے جاتا تو یہ کہتا تھا کہ آؤ ہم

غیب بین کے پاس چلیں کیونکہ جس کو اب نبی کہتے ہیں اس کو پہلے غیب بین کہتے تھے" (۱۔سموئیل۹:۹)
"جو غیب بینوں سے کہتے ہیں غیب بینی کرو اور نبیوں سے کہ ہم پر سچی نبوتیں ظاہر نہ کرو" (یسعیاہ ۳۰:۱۰)
"اور امصیاہ نے عاموس سے کہا اے غیب گو تو یہودہ کے ملک بھاگ جا۔ وہیں کھا پی اور نبوت کر" (عاموس ۷:۱۲)

مذکورہ عبارات میں لفظ غیب بین یا غیب گو کو انگریزی ترجموں (Versions) میں "Seer" یا "Prophet" لکھا گیا ہے

اسی طرح بائبل کے اندر "نبوت" اور "کہانت" (Augury) کو مترادف قرار دیا گیا ہے
" یرمیاہ بن خلقیاہ کی باتیں جو نبیین کی مملکت میں عنتوتی کاہنوں میں سے تھا جس پر خداوند کا کلام شاہ یہوداہ یوسیاہ بن امون کے دنوں میں اس کی سلطنت کے تیرھویں سال نازل ہوا" (یرمیاہ ۱:۱-۲)
"خداوند کا کلام بوزی کے لئے حزقی ایل کاہن پر جو کسدیوں کے ملک نہر کبار کے کنارے پر تھا نازل ہوا اور وہاں خداوند کا ہاتھ اس پر تھا" (حزقی ایل ۱:۳)

انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا کے مقالہ نگار اور بائیبل مقدس کے عہد نامہ قدیم سے دئیے گئے حوالوں میں نبی کے جو مفاہیم سامنے آئے ہیں اس کے مطابق "غیب کی خبریں دینے والا" اور "کاہن یعنی پیشگوئی کرنے والا" وغیرہ ہیں ان میں سے ہر ایک مفہوم کی قرآن نے تردید کی ہے مثلاً غیب بین یا غیب گو کے ضمن میں فرمایا قل لا اقول لکم عندی خزائن اللّٰہ ولااعلم الغیب (6/50)
اے رسول (علیہ الصلوۃ والسلام) اعلان کردیجئے کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزینے ہیں اور نہ ہی میں غیب بین ہوں۔۔۔اس لئے کہ ۔وعندہ مفاتح الغیب لایعلمھا الاھو(6/59) اسی اللہ کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جسے اس کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔۔ نیز فرمایا لو اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء (7/188) اگر میں غیب بین ہوتا تو یقیناً بہت سے فائدے حاصل کرلیتا اور نہ ہی مجھے کوئی دکھ یا تکلیف اٹھانا پڑتی اور کہانت (Augury) کے بائبلی (Biblical) تصور کی تردید بایں انداز کی ومااانت بنعمت ربک بکاہن۔۔(52/29) اور آپ اپنے رب کی نعمت کی بدولت (ہرگز) کاھن نہیں ہیں۔۔۔ نیز۔۔۔۔۔ولا بقول کاھن۔۔۔69/41) اور نہ ہی یہ کاہن کی زبان سے ادا ہوا ہے (یاد رہے کہ ارباب لغت اور الفاظ کے جوہریوں نے قول کا معنی "زبان" بطور اسم آلہ بھی کیا ہے)۔۔۔اس سے پہلے ارشاد ہوا۔۔۔انہ لقول رسول کریم (69/40) یقیناً وہ (وحی کے الفاظ) رسول کریم کی زبان سے ادا ہوئے۔۔۔غور فرمائیے رسول اور کاہن کے معانی میں کس خوبصورتی سے فرق کو واضح کر دیا کہ رسول (اللہ کا فرستادہ) ہرگز کاہن نہیں ہوسکتا۔

البتہ انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا کے مقالہ نگار نے نبی بطور نمائندہ و ترجمان خدا (Spokesman

for Deity) بتا کر کسی حد تک اس لفظ کی معنویت کا حق ادا کر دیا ہے۔

اہل عجم اور قرآنی مصطلحات

عجمی مفسروں کو جب قرآنی اصطلاحات کے الوہیاتی مزاج کا علم نہ ہو سکا (یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ تہہ زمین مقاصد کے حصول کی خاطر عمداً و قصداً ایسا کیا گیا ہے) تو انہوں نے بائیبل مقدس میں وارد اسرائیلیات کا سہارا لیکر قرآنی مصطلحات کی حقیقی روح کو مسخ کر دیا اور افراد امت محمدیہ کو باور کروانے کی کوشش کی کہ قرآن بھی وہی کچھ کہنا چاہتا ہے جو سابقہ (محرف) کتب میں لکھا گیا۔۔۔ کون سمجھائے ان حضرات کو۔۔۔ کہ قرآن تو اس دور میں نازل ہوا جب انسانی شعور" بھرپور انداز میں بلوغت کی دہلیز پر قدم جما چکا تھا اور انسانی افکار اپنی ہمہ جہت تنوعات کے اعتبار سے جوبن پر تھیں۔ طبعی و نفسی (Physical Ipsychological) علوم میں یونانی ارباب علم و ہنر کی مساعی پر اس وقت کی دنیا انگشت بدنداں تھی صاحبان فکر و دانش کی اس جولان گاہ پر قرآن ہی دنیائے انسانیت کی رہنمائی کے لیے اپنا بھرپور کردار ادا کرتا نظر آتا ہے اور "دانش برہانی" کے منہ زور اور آوارہ گھوڑے کو ایسی لگام دی کہ اس کی اچھل کود اور اٹھکیلیاں سرد و ماند پڑ گئیں اب خود اس قسم کے ارباب فکر، "دانش نورانی" کا سہارا لینے پر مجبور ہو گئے۔۔ قرآن نے ان تمام الوہیاتی اصطلاحات کو جو سابقہ کتب میں مرقوم تھیں، مگر عجمی حملوں کے باعث مردہ ہو چکی تھیں، کو از سر نو زندہ کر دیا اور ان پر چڑھی افکار اغیار کی دبیز تہہ کو ہٹا کر منزہ و مصفٰی کر کے پیش کر دیا۔۔۔ اگر ہم نے اسرائیلی روایات اور فقہی آراء سے پہلے قرآن کے ادبی (Litrary) اسلوب اور بوقت نزول کلام عرب کی روشنی میں دیکھا ہوتا تو یہ اصطلاحات کثرت تعبیر سے ہرگز پریشاں نہ ہوتیں۔۔ اور کسی شکل کے کوجھے، عقل کے کوڑھے آنکھ کے بھینگے اور بصیرت کے کوتاہ کو اپنا وجود، مسعود، عبائے نبوت میں داخل کرنے کی جسارت نہ ہوتی۔۔۔۔ یہ بات ذہن میں رہے منصب نبوت پر فائز ہستی بلحاظ طبع وجود و نفس ہر زاویے سے کامل و اکمل (Perfect & Balance) ہوتی ہے اس لئے قرآن نے مہبط وحی خصوصاً نبینا و رسولنا علیہ التحیۃ والسلام کو استوی کہہ کر حسن و جمال اور توازن و اعتدال کا شاہکار قرار دیا ہے۔ **کانک قدخلقت کماتشاء۔۔۔۔۔۔**

نبیّ (بیاء مشدّدہ) قرآءت منزلہ و محمودہ

قرآن مجید کے اندر جہاں بھی یہ لفظ نبی (واحد یا جمع) آیا ہے وہ یاء مشدّد کے ساتھ ہے (یہ علیحدہ بات ہے کہ اختلاف قراءت کے عنوان سے بعض قراء اور نحویوں نے یاء مشدّد میں پہلی یاء کی تخفیف کے بعد ہمزہ پڑھنا اور لکھنا شروع کر دیا ان میں ابورویم نافع بن عبدالرحمن بن ابی نعیم اللیثی اصفہانی متوفی ۱۶۹ھ اور ان کے شاگرد سلمان بن شعبہ معروف بہ ورش متوفی ۱۹۷ھ شامل ہیں)۔۔۔ مگر قرأت منزلہ، متواترہ اور محمودہ میں یاء مشدّد ہی ہے اور یہی رسول، صدیقی، فاروقی، عثمانی، علوی اور دیگر صحابہ (کلھم راشدون۔۔۔رضوان اللہ علیھم

اجمعین) کی قرأت ہے جیسا کہ آگے چل کر وضاحت ہو گی اس لئے نبأ سے نبی بر وزن فعیل (بمعنی فاعل) کا ایک مطلب اگرچہ "خبریں دینے والا" ہے ضروری نہیں کہ ہر "خبر دینے والا" قول وقرار اور سیرت و کردار کے اعتبار سے ثقہ اور متوازن ہو جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں ۴۹/۴ اور اس طرح دیگر آیات قرآنیہ سے بھی ظاہر ہے۔

پھر جب دیگر زبانوں میں اس لفظ کا کوئی مترادف آیا تو اردو زبان میں اس کی حقیقت و حیثیت اور سے اور ہو گئی مثلاً یہی دیکھ لیجئے نبی جب بمعنی پرافٹ، (Prophet) ہوا تو اس کا معنی محض "پیش گوئیاں کرنے والا" کے طور پر معروف ہو گیا۔

اللہ کے بندو جب ایک انسان سے اللہ کا بذریعہ وحی مضبوط علاقہ و رابطہ ہو تو اسے محض "پیشگوئیاں" اور "نشانات" کا سہارا لینے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ تو کائناتی حقائق اور وحی خداوندی کی روشنی میں ایسا تجزیہ و تبصرہ کرتا ہے کہ مستقبل میں اسی قسم کے نتائج مرتب ہونا شروع ہو جاتے ہیں **وانتظروا انی معکم من المنتظرین** (7/71) انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔۔**فسوف تعلمون من تکون لہ عاقبت الدار** (6/136) عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ مال کار کس کے حق میں (بہتر) ہو گا۔۔۔۔۔کے الفاظ بول بول کر بتا رہے ہیں کہ وحی کے زیر سایہ پیغمبر کا اخذِ نتیجہ کتنا شفاف اور بے خطا ہوتا ہے ۔۔۔۔پھر "سحر و کہانت" سے مملو پست سہارے اساس نبوت ورسالت قطعاً قرار نہیں پا سکتے۔ نبی و رسول، ایسی موہوم صفات سے وراء الورا اور ارفع و اعلیٰ ہوتا ہے۔

کوہ صفا اور اعلان نبوت

محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب نبوت ورسالت کا اعلان فرمایا تو آپ نے اس مقصد کے لئے بلند جگہ (صفا چوٹی) کا انتخاب فرمایا یا معشر القریش کی اثر انگیز صدا جو وادی میں ہر سو یکساں طور پر گونجی تھی اس کے مکینوں کو مجتمع کیا باسیان ام القریٰ اور مقیمانِ اطراف و اکناف پر مقام نبوت واضح کرنے کے لئے آپ نے ایسا عمداً و قصداً کیا کہ بلند مقام پر کھڑا شخص چاروں اطراف مشاہدہ و معاینہ کر سکتا ہے جب کہ دامن میں کھڑے شخص کی نگاہیں محدود اطراف تک دیکھ سکتی ہیں معاً بلندی پر کھڑے ہو کر اپنے منصب یعنی نبوت ورسالت کا محسوس مفہوم متعین فرمایا۔۔ نبی اور ایک عام انسان کے مقام میں فرق بتانے کے لئے کیا اس سے بہتر کوئی اور انداز ہو سکتا ہے!!

قرآنی اصطلاحات اور مترادفات کا انتخاب

علامہ ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کے بقول حیرت تو یہ ہے کہ مترجمین ومفسرین نے اصطلاحات قرآنیہ کے لئے ان مترادفات کو قبول کرنے میں اباء کیا جو ہر لحاظ سے بہترین، خوبصورت اور متعلقہ مقامات پر جچتے تھے اور انتہائی کمزور اور بے جوڑ الفاظ کا انتخاب کر کے اصطلاحات قرآنی کی حقیقت واصلیت کو بدصورت، بے مزہ بنا دیا۔۔۔

پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کوئی زبان دوسری زبان کے ادبی اسالیب کا مقابلہ نہیں کر سکتی بالخصوص

عربی زبان کے آئینہ خانے میں سجی فصاحت و بلاغت سے معمور اصطلاحات کا کسی عجمی زبان میں ترجمہ کیونکر ممکن ہے۔ قرآن جو عربی مبین (16/104, 26/195) میں نازل ہوا، میں مستعمل الفاظ کو اسی اسلوب ومزاج میں دیکھنا ہوگا جس کا خود قرآن اور کلام عرب متقاضی ہے۔ **وکذلک نصرف الایات ولیقولوا درست** (6/106) اسی طرح ہم اپنی آیات پھیر پھیر کر لے آتے ہیں تاکہ وہ کہہ اٹھیں کہ آپ نے بات سمجھادی۔ اور پھر یوں بھی **جئنک بالحق واحسن تفسیرا** (25/33) ہم آپ کے پاس حقائق اور احسن تفسیر لے آتے ہیں۔

مقام نبوت نبوت اپنے لغوی و معنوی اعتبار سے کس کمال بلاغت کے ساتھ ان قرآنی الفاظ میں نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔

وکذلک نری ابرھیم ملکوت السمٰوٰت والارض (6/75)

جو حسن و جمال ان لفظوں سے جھلک رہا ہے۔ اور نبوت کا جو روپ ان کلمات سے جھانک رہا ہے۔ بھلا اسے کسی دوسری زبان میں کیسے نمایاں کیا جاسکتا ہے۔۔۔۔۔۔ ہم ابراھیم (علیہ السلام) کو ملکوت السمٰوات وارض دکھاتے ہیں نبوت کو ”کہانت“ کا درجہ دینے والوں کے لئے اس آیہ کریمہ میں بھرپور دعوت غور و فکر ہے اہل علم کے لئے نُری (جس کا مصدری باب افعال ہے اور مادے کے اعتبار سے۔ ر ی۔ ہے)، قابل غور ہے اور پھر ملکوت السمٰوت والارض کی ترکیب۔۔۔۔ یعنی دیکھتی کھلی آنکھوں، علاوہ ازیں کامل حواس کے ساتھ ملکوت کا نظارہ۔۔۔ اس سے بڑھ کر لائق توجہ ہے یہ وہ مقام ہے جو غیراز نبی شخص کے لئے حیرت واستعجاب کا باعث ہے۔ اس کے لئے تو یہ لق و دق صحرا ہے جہاں آفتاب پوری تمازت کے ساتھ نصف النہار پر موجود ہے۔ اور اس کی آنکھوں کے سامنے فضاء میں حدت و حرارت کے باعث لرزہ طاری ہے۔۔۔ یہ مھبط وحی و رسالت ہی ہے کہ **مازاغ البصر وماطغی** (53/17) نہ تو اس کی نگاہ میں بھول آتا ہے اور نہ ہی دھوکا کھاتی ہے۔۔۔ حامل منصب نبوت کے لئے ”خبریں لانا“، ”پیشگوئیاں کرنا“، ”نشانات دکھانا“ معاً خوابوں، خیالوں اور مکاشفوں کا سہارا لینا۔۔۔ ایسے مفاہیم کی نسبت اس کے نبوی و رسولی مزاج کے مقابل پست درجہ کے انتخابات ہیں۔

جب انسانی شعور ھنوز لڑکپن کی چوکھٹ پر قدم رکھ رہا تھا۔ اس دور کے پیغمبر (ابراھیم علیہ السلام) کی نبوی خصوصیات واوصاف کا یہ عالم۔۔۔ اندازہ کرسکتے ہیں جب انسانی شعور اپنی کمال بلوغت کو پہنچ چکا تھا اور دبستان و دانش گاہیں شعوری افکار ومساعی سے دنیا کے انسانوں کو فائدہ پہنچا رہی تھیں اس دور کے پیغمبر کے نبوی اوصاف کا کیا عالم ہوگا۔۔۔ تصور و تخیل اپنی ہمہ جہت پرواز کے باوجود ہانپ ہانپ کر رہ جائے مگر پیغمبر اعظم و آخر کے اس مقام جلیلہ و محمودہ کا ادراک کسی طور ممکن نہیں۔۔۔ مااحسن منک لم ترقط

عینی۔۔۔اس لئے کہ ورفعنالک ذکرک ۔۔۔۔(94/4)

شعور کائنات اور نبوت

ایک ماہر نفسیات ڈاکٹر رچرڈ ماریس بک (Richard maurice bucke) نے اپنی کتاب شعور کائنات (Cosmic Conciousness) میں شعور کے تین درجے لکھے ہیں۔

*شعور سادہ:(Simple Conciousness) جس میں صرف جبلت (Instinet) کام کرتی ہے جہاں صرف اور صرف حواس (Senses) معاون ہوتے ہیں۔

*شعور خود:(Self Conciousness) جس میں انسان کا عمومی شعور شامل ہے یہاں حواس کے ساتھ عقل بھی کام کرتی ہے حواس کے ذریعے خارجی معلومات کے حصول کے بعد عقل اپنے نتائج اخذ و مرتب کرتی ہے۔ شعور سادہ اور شعور خود میں فرق یہ ہے کہ مؤخرالذکر میں انسان جو کرتا ہے وہ اسے جانتا ہے اور اپنی "میں" سے آگاہ ہوتا ہے۔

*شعور کائنات:(Cosmic Conciousness) جس میں عقل کا عمل دخل محدود اور سمٹا ہوا ہوتا ہے کیونکہ عقل کی دنیا میں انتشار (Chaos) ہوتا ہے جو حقائق و حوادث کو بکھری شکل میں الگ الگ حیثیت سے دیکھتی ہے۔۔۔شعور کے اس مقام پر ہمہ قسم کے بکھرے اور منتشر حوادث (Evnts) میں ربط و نظم (Cosmos) پیدا ہو جاتا ہے یہ عمل کسی انسان کی اندرونی قوتوں کی بدولت نہیں بلکہ خارجی سہارے کی اسے احتیاج ہوتی ہے اور ایک خاص تدبیر الہیٰ کے ماتحت اسکا مظاہرہ (Manifestation) ہوتا ہے

"شعور کائنات" کے ضمن میں مذکورہ مختصر معلومات (جو ھنوز ناقص ہیں) کی روشنی میں آیہ کریمہ ۷۵/۶ کا ایک بار پھر جائزہ لیا جائے تو "نبوت" کا مقام کس خوبصورتی کے ساتھ نکھر کر سامنے آجاتا ہے اس لئے کہ ڈاکٹر بک (Bucke) اور پھر اس کا ایک مؤید او سپنسکی شعور کے اس درجے کو وحی کا رہین منت قرار دیتے ہیں۔۔۔ یہ عمل اگرچہ ماوراء عقل ہے لیکن اس کے نتائج عقل کے معیار (Standard) پر پورا اترتے ہیں۔

قول فیصل

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ایک شخص نے آپ کو متوجہ کرنے کے لئے۔۔۔ یا نبیٔ اللہ۔۔۔اے اللہ کے نبی (ھمزہ کے ساتھ) کہہ کر خطاب کیا تو آپ نے اسے ٹوکا اور اصلاح کرتے ہوئے فرمایا لست بنبیٔ اللہ میں نبی۔۔۔(ھمزہ کے ساتھ)۔۔۔ نہیں ولکن نبیّ اللہ میں۔۔۔۔(یاء مشدّد کے ساتھ)۔۔۔اللہ کا نبی ہوں۔ (کتاب الاشتقاق ابن درید)

اس ضمن میں صاحب مفردات الفاظ القرآن ۔راغب اصفہانی۔ کا حتمی و تفصیلی جائزہ لکھ کر موضوع کو سمیٹتا ہوں آپ نبی کے عنوان سے یوں لکھتے ہیں۔

نبی : النبی بغیر همز فقد قال النحویون اصله الهمزه فترک همزه وقال بعض العلماء : هو من نبوة ای الرفعة ،وسمی نبیا لرفقة محله عن سائر الناس المدلول علیه بقوله (ورفعناه مکاناعلیا) فالنبی بغیر الهمزه ابلغ من النبیٔ باالهمز، لا نه لیس کل منبأ رفیع القدر والمحل، ولذالک قال علیه الصلوٰة والسلام لمن قال : یا نبیٔ اللّٰه فقال: لست بنبیٔ اللّٰه ولکن نبی اللّٰه لمارأی ان الرجل خاطبه بالهمزه لبغض منه۔ والنبوة والنباوه والارتفاع ومنه قیل نبأ فلان مکانه

نبی: ھمزہ کے بغیر--- نحویوں کے بقول اس لفظ کے مادہ میں ھمزہ ہے جسے ترک کردیا گیا۔

بعض علماء نے کہا: یہ لفظ نبوہ سے ہے یعنی رفعت و بلندی--- ایک شخص کو یہ نام تمام انسانوں پر بلند مقام کے سبب دیا گیا جس پر قرآن کے الفاظ دلیل ہیں ورفعناہ مکانا علیا(ھم نے اس کے مقام وحیثیت کو بلند کیا)--- پس نبی، بغیر ھمزہ--- ھمزہ کے ساتھ نبیٔ سے---زیادہ بلیغ ہے اس لئے کہ ہر "خبر دینے والا" بلند مقام اور رفیع الشان نہیں ہوسکتا--- اسی وجہ سے آپ علیہ السلام نے یا نبیٔ اللہ (ھمزہ کے ساتھ)کہہ کر متوجہ کرنے والے شخص سے فرمایا کہ میں اللہ کا نبیٔ (ھمزہ کے ساتھ) نہیں بلکہ اللہ کا نبی (یاء مشدّد کے ساتھ) ہوں یہ بات آپ علیہ السلام نے مخاطب سے اس لئے کہی کہ اس نے نبیٔ (ھمزہ کے ساتھ) بغض وعناد کی وجہ سے کہا

نبوہ--- نباوہ--- یعنی ارتفاع و بلندی--- اسی وجہ سے کہا گیا کہ فلاں شخص کا مقام بلند (نبا) ہو گیا۔

(معجم مفردات الفاظ القرآن مؤلفہ الراغب الاصفہانی صفحہ ۵۰۳)

غور فرمائیے راغب اصفہانی کے مطابق لماری ان الرجل خاطبه بالهمزه لبغض منه "اس شخص نے آپ کو نبیٔ (ھمزہ کے ساتھ) بغض کی بنیاد پر کہا"--- کیا اس کے پس منظر میں وہی کچھ نہیں جو اسرائیلیات کے توسط سے ہمارے یہاں امڈ آیا ہے ہمہ قسم کی اناب شناب اس عظیم اصطلاح نبی کے دامن میں بھردی گئی جب کہ مہبط نبوت ان سے کہیں بلندو بالا ہے اور واقعی ایسی ھستی بلندیوں اور رفعتوں کی معراج پر فائز و براجمان ہوتی ہے بہر حال قرآن نے عجمی، مجوسی، رافضی، نصرانی اور یہودی حرکوں سے اسے قطعاً محفوظ ومامون کردیا۔ اور نبی کا معنی---مقام بلند پر فائز ھستی---ہی کے طور نمایاں وواضح کردیا۔

ان شاء اللہ آئندہ نشست میں نبی و رسول کا خود تراشیدہ فرق اور امی ایسے عناوین پر گفتگو ہو گی اور پھر اغراض نبوت اور مقاصد رسالت کو موضوع سخن بنایا جائے گا۔